اسلام میں تصور نبوت ...... تحریر:۔ محمد منشا کاشف

آخری قسط

قال الله تعالٰی: و کم من ملک فی السموات لا تغنی شفاعتهم شیا الا من بعد ان یاذن الله لمن یشاء و یرضی

ترجمہ: اور بہت سے فرشتے آسمان میں ہیں جن کی شفاعت کسی کے کچھ بھی کام نہیں آتی۔ مگر بعد اس کے کہ اللہ جس کے لئے چاہے اجازت دے اور پسند کرے (النجم:۲۶)

ام اتخذوا من دون الله شفعاء قل او لو کانوا لا یملکون شیا و لا یعقلون (الزمر:۴۳)

کیا انہوں (کافروں) نے اللہ کے سوا اور سفارش کرنے والے بنائے ہیں کہہ دے کہ اگر یہ کچھ اختیار اور سمجھ بوجھ نہ رکھتے ہوں تو بھی (شفیع بننے کے قابل ہیں)

قیامت کے دن جب سارے پردے اٹھ جائیں گے تو ان کی مایوسی اور سراسیمگی دیکھنے کے قابل ہو گی جو خدا کے علاوہ کسی اور کو اپنی شفاعت کا ضامن سمجھے بیٹھے تھے۔

و یوم تقوم الساعة یبلس المجرمون ○ و لم یکن لهم من شرکاءهم شفعواء و کانوا بشرکاءهم کافرین ○ (الروم ۱۲-۱۳)

اور جب قیامت قائم ہو گی تو مشرکین مایوس ہو کر رہ جائیں گے اور جن کو وہ خدا کا شریک ٹھہراتے تھے ان میں سے کوئی ان کا شفیع نہ ہوگا اور یہ انکار کریں گے۔ ان شرکاء سے یعنی مشرک لوگ اللہ کے سوا جن کی پرستش دنیا میں کرتے تھے اور یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ قیامت کے دن سفارش کر کے ہم کو اللہ کے عذاب سے بچا لیں گے۔ قیامت کے روز جب معلوم کریں گے کہ ان کا کچھ بھی اختیار نہیں اور نہ ان سے کچھ فائدہ ہے تو ان کے معبود ہونے سے انکاری ہو جائیں گے۔ (سورہ حج)

خاص کر یہودیوں کو ڈرایا گیا

و اتقوا یوما لا تجزی نفس عن نفس شیئا و لا یقبل منہا عدل ولا تنفعہا شفاعۃ (البقرۃ)

اور ڈرو اس دن سے جس میں کوئی کسی کے ذرا بھی کام نہیں آئے گا اور نہ اس کی طرف سے کوئی بدلہ قبول ہوگا اور نہ شفاعت فائدہ دے گی۔

اور عیسائیوں کو جو یہ یقین رکھتے ہیں کہ مسیح کے جانشینوں یعنی پوپوں اور پادریوں کے سامنے اعتراف گناہ کرنے سے مغفرت ہو جاتی ہے' سمجھایا گیا کہ و من یغفر الذنوب الا اللہ (ال عمران) اور خدا کے سوا گناہوں کو کون معاف کر سکتا ہے۔ ان کے اس عقیدے کی تردید کرتے ہوئے کہ روز قیامت خدا کا بیٹا یعنی مسیح خدا کے داہنے ہاتھ پر بیٹھ کر عدل و انصاف کرے گا بتایا گیا کہ واقعہ یوں ہوگا کہ خدا حضرت عیسی علیہ السلام سے دریافت فرمائے گا کیا تم نے لوگوں کو یہ تعلیم دی تھی اور وہ عرض کریں گے کہ اے پروردگار! میں نے تو ان کو وہی ہدایت دی تھی جس کا تو نے حکم دیا تھا' اب:

ان تعذبہم فانہم عبادک و ان تغفرلہم فانک انت العزیز الحکیم (المائدہ ۱۱۸)

اگر تو ان کو سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو بخش دے تو (تو سب کچھ کر سکتا ہے کہ) غالب اور حکمت والا ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی اصبح بایۃ و الآیۃ ان تعذبہم فانہم عبادک و ان تغفرلہم فانک انت العزیز الحکیم

(مشکوۃ ص۹۹)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد میں اس آیت کو پڑھتے پڑھتے صبح کر دی۔ روایت کیا؟ اس حدیث کو امام نسائی' ابن ماجہ نے۔ اس میں آپ کی غرض جناب باری سے اپنی امت کو بخشوانے کی تھی۔

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرے سوال پر نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص توحید پر مرے گا۔ اس کو میری سفارش سے ان شاء اللہ ضرور حصہ ملے گا۔ (تفسیر البیان بحوالہ قرآن مترجم ' تفسیر ستاری ص ۱۸۱' حواشی مولانا عبدالقہار دہلوی)

شفاعت کی حقیقت

بالغرض اسلامی تعلیم یہ ہے کہ مغفرت کا معاملہ بس خدا کے ہاتھ میں ہے۔ کوئی دوسرا اس میں دخیل نہیں' انبیاء کی شفاعت کا یہ خود مختارانہ تصور اور عقیدہ باطل ہے۔ خدا جسے چاہے گا اپنی رحمت سے نوازے گا اور جسے چاہے گا اسے سزا دے گا۔ البتہ اس کی اجازت اور رضا مندی سے اس کے رسول اور صالحین دوسروں کے حق میں شفاعت کر سکیں گے۔

ما من شفیع الا من بعد اذنہ (سورہ یونس)

خدا کی بارگاہ میں کوئی شفیع نہیں لیکن اس کی اجازت کے بعد۔ سورہ بقرہ میں بھی ارشاد خداوندی ہے:

من ذاالذی یشفع عندہ الا باذنہ

وہ کون ہے جو خدا کے سامنے کسی کی سفاعت کر سکے مگر اس کی اجازت سے۔

فائدہ :۔ اور یہ شفاعت، بھی ہر شخص کے لئے نہ ہو سکے گی۔ صرف وہی اس سے فیض یاب ہوں گے جن کو خدا چاہے گا۔

سورہ انبیاء کے دوسرے رکوع میں ہے:

و لا یشفعون الا لمن ارتضی و ھم من خشیتہ مشفقون

اور وہ شفاعت نہیں کریں گے علاوہ اس کے جس کے لئے خدا اپنی خوشنودی ظاہر کرے اور وہ اس کے خوف سے ترساں ہوں گے۔ اور سورہ طہ کے چھٹے رکوع میں ہے:

یومئذ لا تنفع الشفاعۃ الا من اذن لہ الرحمن و رضی لہ قولا

اس دن شفاعت فائدہ نہ دے گی مگر اس کو جس کے واسطے اذن رحمن ہوگا۔ اور

پسند کی ہوگی اس کی بات یعنی جس نے کلمہ ایمان کہا ہوگا' ابن عباس نے کہا جس نے توحید کا کلمہ کہا ہوگامقصد یہ ہوا موحد تبع سنت کی شفاعت ہوگی' مشرک' بدعتی اس سے خارج ہیں۔ مناسب ہوگا کہ شفاعت کی حقیقت بیان کر دی جائے۔ چنانچہ مولاناشاہ اسماعیل شہیدؒ اپنی کتاب "تقویۃ الایمان" میں لکھتے ہیں یعنی جو کوئی کسی سے مراد مانگتا ہے اور مشکل کے وقت پکارتا ہے اور وہ اس کی حاجت روائی کر دیتا ہے۔ سو یہ بات اسی طرح ہوتی ہے کہ یا تو وہ خود مالک ہو یا مالک کا ساتھی' یا مالک پر اس کا دباؤ ہو۔ جیسے بڑے بڑے امیروں کا کہنا بادشاہ دب کا مان لیتا ہے کیونکہ وہ اس کے بازو ہیں۔ اور اس کی سلطنت کے رکن' ان کے ناخوش ہونے سے سلطنت بگڑتی ہے یا اس طرح کہ مالک سے سفارش کرے اور اس کی سفارش خواہ مخواہ قبول کرے۔ پھر دل سے خوش ہو یا ناخوش جیسے بادشاہ زادی یا بیگمات کہ بادشاہ ان کی محبت سے ان کی سفارش رد نہیں کر سکتا۔ سو چارو ناچار ان کی سفارش قبول کر لیتا ہے۔ سو جن کو اللہ کے سوا یہ لوگ پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں سو نہ وہ مالک ہیں ۔ آسمان اور زمین میں ایک ذرہ بھر چیز کے اور نہ کچھ اس کا ساجھا ہے اور نہ اللہ کی سلطنت کے رکن ہیں اور نہ اس کے بازو کہ ان سے دب کر ان کی بات مان لے اور نہ بغیر پروانگی سفارش کر سکتے ہیں کہ خواہ مخواہ اس سے دلوا دیں۔ بلکہ اس کے دربار میں انکا تو یہ حال ہے کہ جب وہ کچھ حکم فرماتا ہے وہ سب مرعوب ہو کر بدحواس ہو جاتے ہیں اور ادب اور دہشت کے مارے دوسری بار اس بات کی تحقیق اس سے نہیں کر سکتے۔ بلکہ ایک دوسرے سے پوچھتا ہے کہ اور جب اس بات کی تحقیق آپس میں کرلیتے ہیں سوائے امنا و صدقنا کے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ پھر بات الٹنے کا تو کیا ذکر اور کسی کی وکالت و حمایت کرنے کی کیا طاقت ؟ اس جگہ ایک بات بڑے کام کی ہے۔ اس کو کان کھول کر سن لینا چاہیے کہ اکثر لوگ انبیاء' اولیاء کی شفاعت پر پھول رہے ہیں اور اس کے معانی غلط سمجھ کر اللہ کو بھول گئے ہیں۔ سو شفاعت کی حقیقت سمجھ لینا چاہیے۔ سو سننا چاہیے کہ شفاعت کہتے ہیں سفارش کو' اور دنیا میں سفارش کئی طرح کی ہوتی

ہے۔ جیسے ظاہر بادشاہ کے ہاں کسی شخص کی چوری ثابت ہو جائے اور کوئی امیر وزیر اس کو اپنی سفارش سے بچالے کہ ایک تو یہ صورت ہے کہ بادشاہ کا جی تو اس چور کے پکڑنے ہی کو چاہتا ہے۔ اور اس کے آئین کے موافق اس کو سزا پہنچتی ہے مگر اب اس امیر وزیر سے دب کر اس کی سفارش مان لیتا اور اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے کیونکہ وہ امیر اس کی سلطنت کا بڑا رکن ہے اور اس کی بادشاہت کو بڑی رونق دے رہا ہے۔ سو بادشاہ یہ سمجھ رہا ہے کہ ایک جگہ اپنے غصہ کو تھام لیتا اور ایک چور سے درگزر کر جانا بہتر ہے اس سے کہ اتنے بڑے امیر کو ناخوش کر دیتا کہ بڑے بڑے کام خراب ہو جائیں۔ اور سلطنت کی رونق گھٹ جائے۔ اس کو شفاعت وجاہت کہتے ہیں یعنی اس امیر کی وجاہت کے سبب اس کی سفارش قبول کی' سو اس قسم کی سفارش اللہ کی جناب میں ہرگز ہرگز قبول نہیں اور جو کوئی نبی' ولی' یا امام اور شہید کو یا کسی فرشتہ کو یا پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے۔ سو اصل مشرک ہیں اور بڑا جاہل ہے کہ اس نے خدا کے معانی کچھ بھی نہ سمجھے۔ اور اس مالک الملک کی قدر کچھ بھی نہ پہچانی۔ اس شہنشاہ کی یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے۔ تو کروڑوں نبی' جن اور فرشتے جبرائیل اور محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے۔ اور ایک دم میں سارا عالم عرش سے فرش تک الٹ پلٹ کر ڈالے اور ایک اور ہی عالم اس جگہ قائم کرے کیونکہ اس کے تو محض ارادہ ہی سے ہر چیز ہو جاتی ہے۔ اسی کام کے واسطے یہ اسباب اور سامان جمع کرنے کی کچھ حاجت نہیں اور سب لوگ پہلے اور پچھلے اور آدمی اور جن بھی سب مل کر جبرائیل اور اور پیغمبر سے ہو جائیں تو اس مالک الملک کی سلطنت میں ان کے سبب کچھ رونق نہ بڑھ جائے گی۔ او جو سب لوگ مل کر شیطان اور دجال ہی سے ہو جائیں تو اس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں اور وہ ہر صورت سے بڑوں کا بڑا اور بادشاہوں کا بادشاہ اس کا نہ کوئی کچھ بگاڑ سکے اور نہ کچھ سنوار سکے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی بادشاہ زادوں میں سے یا بیگماتوں میں سے یا کوئی بادشاہ کا معشوق اس چور کا سفارشی کھڑا ہو جائے اور چوری کی سزا نہ دینے دے اور بادشاہ اس

کی محبت سے لاچار ہو کر اس چور کی تقصیر معاف کر دے تو اس کو شفاعت محبت کہتے ہیں۔ یعنی بادشاہ نے محبت کے سبب سے سفارش قبول کرلی اور یہ بات سمجھی کہ ایک بار غصہ پی جانا اور ایک چور کو معاف کر دینا بہتر ہے اس رنج سے جو اس محبوب کے روٹھ جانے سے مجھ کو ہوگا۔ اس قسم کی شفاعت بھی اس دربار میں ممکن نہیں۔ اور جو کوئی کسی کو اس کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے وہ بھی ویسا ہی مشرک ہے اور جاہل ہے جیسا کہ اول مذکور ہو چکا ہے۔ وہ مالک الملک اپنے بندوں کو بہت نوازے اور کسی کو حبیب اور کسی کو خلیل کا اور کسی کو کلیم کا اور کسی کو روح اللہ وجیہ کا خطاب بخشے اور کسی کو رسول کریم ﷺ اور متین اور روح القدس اور روح الامین فرما دے۔ مگر پھر مالک مالک ہے اور غلام غلام' کوئی بندگی کے رتبہ سے قدم باہر نہیں رکھ سکتا اور غلامی کی حد سے زیادہ بڑھ نہیں سکتا۔ جیسا کہ اس کی رحمت ہر دم خوشی سے تبکتا ہے ویسے ہی اس کی ہیبت سے رات دن زہرہ پھٹتا ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ چور پر چوری تو ثابت ہو گئی مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کو اس نے اپنا پیشہ نہیں ٹھہرایا مگر نفس کی شامت سے قصور ہو گیا۔ سو اس پر شرمندہ ہے اور رات دن ڈرتا ہے اور بادشاہ کے آئین کو سر آنکھوں پر رکھ کر اپنے آپ کو تقصیر وار سمجھتا ہے اور لائق سزا جانتا ہے۔ اور بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈتا اور اس کے مقابلہ میں کسی کی حمایت نہیں جتاتا اور رات دن اس کا منہ دیکھ رہا ہے کہ دیکھئے میرے حق میں کیا حکم فرما دے۔ سو اس کا یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے دل میں اس پر ترس آتا ہے۔ مگر آئین بادشاہت کا خیال کر کے بے سبب درگزر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کے دلوں میں اس کے آئین کی قدر گھٹ نہ جائے۔ سو کوئی امیر وزیر اس کی مرضی پا کر اس تقصیر وار کی سفارش کرتا ہے۔ اور بادشاہ اس امیر کی عزت بڑھانے کو ظاہر میں اس کی سفارش کا نام کر کے اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے۔ سو اس امیر نے اس چور کی سفارش اس لئے نہیں کی کہ اس کا قرابتی ہے یا آشنا یا اس کی حمایت اس نے اٹھائی بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر وہ تو بادشاہ کا امیر ہے۔ چوروں کا تھانگی

جو چوروں کا حمایتی بن کر اس کی سفارش کرتا ہے تو آپ ہی چور ہو جاتا ہے۔ اس کو شفاعت بالاذن کہتے ہیں۔ یعنی یہ سفارش خود مالک کی پروانگی سے ہوئی ہے۔ سو اللہ کی جناب میں اسی قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے اور جس نبی ولی کی شفاعت کا قرآن و حدیث میں مذکور ہے سو اس کے معنی یہی ہیں۔ سو ہر بندہ کو چاہیے کہ ہر دم اللہ ہی کو پکارے اور اسی سے ڈرتا رہے اور اسی سے التجا کرتا رہے۔ اور اسی کے روبرو اپنے گناہوں کا قائل رہے اور اس کو اپنا مالک بھی سمجھے۔ اور حمایتی بھی۔ اور جہاں تک خیال دوڑائے اللہ کے سوائے کہیں اپنا بچاؤ نہ جانے۔ اور کسی کی حمایت پر بھروسہ نہ کرے۔ کیونکہ خدا بڑا غفور رحیم، سب مشکلیں اپنے ہی فضل سے کھول دے گا۔ اور سب گناہ اپنی رحمت سے بخش دے گا۔ جس کو چاہے گا اپنے حکم سے اس کا شفیع بنا دے گا۔ غرض یہ کہ جیسی اپنی یہ حاجت اسی کو سونپنا چاہیے، اسی طرح یہ حاجت بھی اسی کے اختیار پر چھوڑ دے۔ جس کو وہ چاہے ہمارا شفیع کر دے۔ نہ یہ کہ کسی کی حمایت پر بھروسہ کیجئے اور اس کو اپنی حمایت کے واسطے پکارے۔ اور اس کو اپنا حمایتی سمجھ کر اصل مالک کو بھول جائے۔ اور اس کے احکام کو یعنی شرع کو بے قدر کر دیجئے۔ اور اسے اپنے حمایتی ٹھہرائے ہوئے کی راہ رسم کو مقدم سمجھے کہ بڑی قباحت کی بات ہے اور سارے نبی اورولی اس سے بیزار ہیں اور ہرگز ایسے لوگوں کے شفیع نہیں بنتے بلکہ غصے ہو جاتے ہیں اور الٹے اس کے دشمن ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کی تو بزرگی ہی تھی کہ اللہ کی خاطر کو سب جورو بیٹی، مرید شاگرد، نوکر غلام، یا آشنا کی خاطر سے مقدم رکھتے تھے اور جب یہ لوگ اللہ کے خلاف مرضی ہوتے تھے تو وہ بھی ان کے دشمن ہو جاتے تھے۔ پھر یہ پکارنے والے لوگ ایسے کیا ہیں کہ وہ بڑے بڑے لوگ ان کے حمایتی بن کر اس کی خلاف مرضی ان کی طرف، اس کے حضور میں جھگڑنے بیٹھیں گے۔ بلکہ بات تو یوں ہے کہ الحب للہ و البغض للہ ان کی شان ہے۔ جس کے حق میں اللہ کی خوشی یونہی ٹھہری کہ اس کو دوزخ ہی میں بھیجے تو وہ اور دو چار دھکے دینے کو تیار ہے۔ (قرآن مجید مترجم حواشی مولانا عبدالقہار دہلوی)

اس عبارت سے شفاعت کی حقیقت معلوم ہو گئی۔ اب بعض لوگ یوں کہتے ہیں کہ اجازت کی قید اوروں کے لئے ہے محمد ﷺ کے لئے نہیں ہے۔ آپ کو تو اجازت مل چکی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ نبی علیہ السلام میدان حشر میں عام شفاعت کریں گے جس کو شفاعت کبریٰ کہتے ہیں۔ اور یہ بھی اجازت سے ہوگی۔ اور جہنم سے جو شفاعت کر کے نکلوائیں گے تو صرف موحدین کو۔ میدان حشر میں جب کہ تمام لوگ گھبراتے اور سفارشی کو ڈھونڈتے پھر رہے ہوں گے کہ فیصلہ کیا جائے جس کو جہنم میں بھیجنا ہے اس کو جہنم میں بھیجا جائے اور جس کو جنت میں داخل کرنا ہے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ اسی پریشانی میں آدم علیہ السلام سے عرض کریں گے جبکہ تمام نبی اور پیغمبر بھی رب سلم' رب سلم کہہ رہے ہوں گے کہ آپ ہمارے باپ ہیں۔ آپ سفارش کیجئے! وہ فرمائیں گے میری ہمت نہیں' نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ' نوح علیہ السلام بھی اسی طرح جواب دیں گے پھر ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام سے ایسا ہی جواب لے کر آخر نبی ﷺ کے پاس آئیں گے' آپ سب کو تسلی دے کر اللہ کے دربار میں حاضر ہو کر سجدہ کریں گے اور خدا کی تعریفوں کے بعد جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

یا محمد ارفع راسک سل تعط واشفع تشفع

یعنی اے محمد! تم اپنا سر اٹھاؤ اور مانگو' تمہاری دعا قبول کیا جائے گی اور سفارش کرو تمہاری سفارش قبول کی جائے گی۔ اب آپ سر اٹھائیں گے تمام اہل محشر کے فیصلہ جات شروع ہوں گے۔ رہا جہنم سے سفارش کروا کے نکلوانا اس کے متعلق نبی علیہ السلام فرماتے ہیں: فیحد لی حدا میرے لئے ایک اندازہ مقرر ہوگا۔ میں ان کی شفاعت کروں گا۔ میری شفاعت سے وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ حدیث انس رضی اللہ عنہ جو ابن ماجہ صفحہ ۳۲۹ ابواب الشفاعۃ میں ہے اور اس کے علاوہ حدیثوں میں بھی اجازت مانگنے کا ذکر ہے۔ بس یہ ہے مقصد اور حقیقت شفاعت اور جن کا جرم بڑا کے نزدیک ناقابل معافی ہوگا ان کے حق میں کسی کی بھی دعا یا سفارش

کارگر نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ بعض منافقین کے لئے آپ نے دعامغفرت کی تو جواب ملا:

استغفر لهم او لا تستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعین مرة فلن یغفر الله لهم

تم ان کی مغفرت چاہو یا نہ چاہو اگر تم ان کے لئے ستر دفعہ بھی مغفرت چاہو گے تو اللہ ان کی مغفرت نہ کرے گا۔ (سورہ توبہ)

تکرار قرآن کا ایک خاص اسلوب ہے۔ شفاعت کے مسئلہ میں بھی یہی اسلوب اختیار کیا گیا ہے اور اس کے تمام پہلوؤں پر بار بار اور طرح طرح سے روشنی ڈالی گئی ہے تاکہ خاتم النبیین ﷺ کی امت آپ کے بعد کسی طرح کی غلط فہمی میں گرفتار نہ ہو سکے۔

ہر شخص کو اپنے اعزا اور احباب کی فلاح محبوب ہوتی ہے۔ حضور ﷺ کو بھی فطرتاً اپنے اعزا کی مغفرت کی فکر رہتی تھی چنانچہ آپ نے اپنے بعض ایسے قریبی عزیزوں کے لئے دعائے مغفرت کرنا چاہی جن کو اسلام کی دولت نصیب نہیں ہوئی تھی تو آپ کو اس کی اجازت نہیں ملی (مسلم کتاب الجنائز) نیز اسی خیال سے کہ آپ کے اقرباء شرف قرابت کی وجہ سے خوف آخرت سے غافل نہ ہو جائیں آپ نے ان کو جمع کر کے نصیحت فرمائی کہ اے قریشیو' اے اولاد عبدالمطلب (آپ کے دادا) اے عباس (آپ کے چچا) اے صفیہ (آپ کی پھوپھی) اے فاطمہ (آپ کی صاحبزادی) میرے مال سے جو مانگو دے سکتا ہوں لیکن خدا کے یہاں میں تمہارے لئے کوئی اختیار نہیں رکھتا (بخاری شریف) نیز اپنے بارے میں بھی فرماتے تھے کہ میں پیغمبر ہو کے بھی نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہو گا (بخاری)

مختلف انبیاء اپنے ساتھ اصول دین کے علاوہ شریعتیں بھی لاتے تھے اصول دین کا تعلق خدا کی ہستی اس کی توحید' اس کی صفات کا اور خالص عبادت' رسولوں کے بعثت' یوم آخر اچھے اور برے اعمال کی باز پرس اور جزا و سزا جیسے بنیادی اور اصولی امور سے ہے اور شرع کے معنی راستہ کے ہیں یہ اصول دین کے مقابلہ میں ثانوی حقیقت کی چیز

ہے اور اصل مقصد نہیں بلکہ ذریعہ ہے سارے پیغمبر ایک ہی اللہ کے فرستادہ ہونے کے باعث اصولا ایک ہی پیغام لے کر آتے تھے یعنی اصولی طور پر ان سب کی ایک ہی دعوت تھی اور سب کا ایک ہی دعوی تھا چنانچہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت محمد ﷺ تک جتنے بھی مذہب اللہ کی طرف سے آئے وہ سب ایک تھے۔ اور اسلام اسی ایک مذہب کا نام ہے جو اختلاف ان مذاہب میں بعد میں پیدا ہوا دراصل خود انسانوں کا پیدا کیا ہوا ہے جن کے نسیان و تغافل اور تصرف و تحریف نے دین اور اس کے ساتھ انسانیت کے پرزے کر ڈالے ہیں اور اللہ تعالی کی بہترین مخلوق کو بے شمار فرقوں اور گروہوں میں بانٹ دیا ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:

شرع لکمْ من الدین ما وصی به نوحا والذی اوحینا الیک و ما وصینا به ابراهیم و موسی و عیسی (سورة الشوری)

اس نے متعین کر دی ہے تمہارے لئے دین کی وہی راہ جس کا حکم نوح علیہ السلام کو دیا اور جس کی ہم نے تیری طرف وحی کی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسی اور عیسی کو دیا۔ مگر جزئیات احکام یعنی شرع یا منزل مقصود تک پہنچنے کا راستہ ہر مذہب اور قوم کی زمانی و مکانی خصوصیات کے سبب سے بدلتا رہتا ہے گویا ایک ہی روشنی مختلف محفلوں میں وقت اور شرکائے محفل کے تقاضہ اور مذاق کے اعتبار سے مختلف قندیلوں میں ڈھل کر آتی تھی۔

لکل جعلنا منکم شرعة و منهاجا (مائدہ ۴۷)

ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک دستور العمل اور ایک راستہ بنا دیا۔ اس آیت سے ایک بات یہ واضح ہوتا ہے کہ راستوں کا اختلاف منزل کے مختلف ہونے کی دلیل نہیں ہے اور دوسری طرف یہ کہ شرعی احکام و قوانین کے اختلافات بھی اللہ ہی کی طرف سے تھے اور ان انبیاء کی رائے یا پسند کو دخل نہ تھا اور اگر اس نے آخر میں سب کے لئے ہی دستور العمل بنا دیا تو یہ اس کا حق تھا۔ انبیاء صرف سارح

تھے شارع نہیں ان کا منصب اور کام اللہ کے قانون کی تشریح اور وضاحت اور اس قانون کی روشنی میں لوگوں کے دلوں میں خوف خدا پیدا کرنا تھا' قانون وضع کرنا نہیں' جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ما علی الرسول الا البلاغ (المائدہ) ہمارے رسول پر صرف پیغام پہنچا دینا ہے۔ ان انت الا نذیر (سورة رعد) اے رسول! تو تو صرف ڈرانے والا ہے۔

بحث کا لب لباب یہ ہے کہ انبیاء نہ خدا تھے نہ خدا کے بیٹے نہ خدا کے شریک نہ اس کے ہم پلہ و ہمسر اور نہ وہ بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی طرح خدا سے کشتی ہی لڑتے تھے۔ (تورات آیت ۲۲۔۲۹) میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا خدا سے کشتی لڑنے کا واقعہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔

انبیاء خدا کے بندے اور اس کے عبد تھے' ہماری ہی طرح ایک بشر لیکن پاک و صاف برگزیدہ و معصوم۔ خدا فتنہ اور شر سے ان کی حفاظت کرتا تھا۔ ان پر اپنے احکام نازل فرماتا اور وہ ان احکام کو قول سے اور عمل سے دوسرے انسانوں تک پہنچاتے تھے۔ ان سب کا دین واحد تھا اگرچہ شریعتیں مختلف تھیں۔ اللہ کے پیغام میں تبدیلی یا اضافہ کرنا ان کے اختیار میں نہ تھا اور نہ وہ اپنی یا کسی اور کی بابت اس کے یہاں کوئی طاقت رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی اس کی عادت و سنت اور اس کے حکم کے سامنے وہ ایسے ہی بے دست و پا تھے جیسے کہ ہم اور آپ۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے ان صداقتوں کو اپنی روز مرہ کی زندگی میں ایسا جذب کر لیا تھا اور اپنے وجود کو اس کامیابی کے ساتھ اس تعلیم کی جیتی جاگتی تصویر بنا دیا تھا جبکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ حضرت عیسیٰ روح اللہ کے القاب سے مشہور ہوئے۔ آپ کا مستقل لقب ہی عبداللہ پڑ گیا۔

یہ معتدل اور متوازن تعلیم انسانوں کے حق میں کتنی مبارک ثابت ہوئی اور ان میں حق پرستی' حریت فکر اور خود اعتمادی کی اعلیٰ صلاحیتوں کی افزائش میں اس سے کیا مدد ملی۔ اس کا اندازہ اس خطبہ سے ہوتا ہے جو خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر دیا تھا۔

(بخاری باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

من كان يعبد محمدا فان محمدا قد مات و من كان يعبد الله فان الله حی لا يموت و قال و انک ميت و انهم ميتون و قال و ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم على اعقابكم و من ينقلب على عقبيه و فلن يضر الله شيا و سيجز الله الشاكرين

اے لوگو! جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا ہے اور جو کوئی اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ بے شک زندہ ہے اور اس کو کوئی موت نہیں۔ اللہ تعالیٰ سورۃ ال عمران آیت ۱۴۴ میں فرما چکا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف رسول ہی تو ہیں اور ان سے پہلے کتنے ہی رسول گزر چکے ہیں۔ تو کیا اگر وہ مر جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور یاد رکھو جو کوئی پھر جائے گا وہ اللہ کا کچھ بھی نقصان نہیں کر سکتا اور عنقریب اللہ صابر و شاکر لوگوں کو اچھی جزا دے گا۔ بے شک آپ بھی مرنے والے ہیں۔ اور یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے استدلال کرتے ہوئے سورہ زمر اور سورہ آل عمران میں ان آیات سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ثابت کی اور جملہ صحابہ کرام نے انھیں سن کر آپ کی وفات پر یقین کر لیا۔ اور آنسو بہا بہا کر رونے لگے۔ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے

كل من عليها فان و يبقى وجه ربك ذو الجلال و الاكرام

(تاریخ وفات)

تاریخ وفات کی روایات میں خاصہ اختلاف ہے۔ یعنی یکم ربیع الاول ۲ ربیع الاول اور بارہ ربیع الاول ' روایات کی صحت اور عدم صحت کا معاملہ کتب کی زینت ہے مگر ہمارے ہاں اب یہ طے کر لیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت اور تاریخ وفات ایک ہی ہے۔ اور وہ ۱۲ ربیع الاول جس پر ہمارے سرکاری اور غیر سرکاری

تقریبات منعقد ہوتی ہیں اور عید میلاد النبی کے نام پر جلوس تمام پاکستان میں نکالے جاتے ہیں اور حکومت عام تعطیل کر کے ان بدعتیوں کی تائید کرتی ہے۔ نواز حکومت کو چاہیے کہ اس دن کی تعطیل کو بند کر کے جمعہ کے دن کی تعطیل بحال کی جائے۔ جو تمام دنوں کا سردار ہے اور مسلمانوں کی پہچان ہے۔ جمعہ کے دن کے ساتھ اتنی دشمنی کیوں ہے۔ خدارا! انگریزوں کے قوانین پر کیوں عمل کرتے ہیں۔ حضور ﷺ کی بیماری کے ایام میں بعض خاص اور اہم معاملات قابل ذکر ہیں۔ جن کا بیان اس طرح ہے۔

۱۔ حضور ﷺ کے مرض کے آخری تین دن نمازوں کی امامت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمائی اور یہ اشارہ تھا اس بات کا کہ حضور ﷺ نے اپنی جانشینی کے لئے موزوں شخصیت کا انتخاب خود فرمایا تھا۔

۲۔ بیماری کے دنوں میں ایک دن حضور ﷺ نے فرمایا لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔

۳۔ انہی ایام میں نماز کی پابندی اور غلاموں سے حسن سلوک کی تاکید فرمائی۔

۴۔ آخری مرتبہ آپ منبر پر تشریف لائے اور خطبہ ارشاد فرمایا اس میں آپ نے فرمایا کہ اگر میں دنیا میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بناتا مگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی خلیل نہیں البتہ صدیق اکبر سے اسلام کی اخوت و مودت ہے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ مسجد کی طرف کھلنے والی تمام کھڑکیاں بند کر دی جائیں صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی باقی رہے۔

۵۔ صحیح بخاری کے مطابق آپ کی وفات دوشنبہ کے دن واقعہ ہوئی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس دن اجازت لے کر گئے ہوئے تھے۔ وہاں اطلاع پہنچی تو آپ فوراً آئے' اور حضور ﷺ کے جسد مبارک پر

جھک کر پیشانی کو بوسہ دیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں وارد نہیں کرے گا۔

۶۔ حضور ﷺ کی وفات سے ہر شخص مضطرب تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تو بیتابی سے پکار رہے تھے کہ جو کہے گا کہ حضور ﷺ وفات پا گئے میں اس کی گردن مار دوں گا۔ مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا من کان یعبد محمدا فان محمدا قد مات

۷۔ حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں جہاں آپ نے وفات پائی قبر مبارک بنائی گئی۔

۸۔ غسل اور کفن کے اہتمام کے بعد صحابہ نے دس دس کی ٹولیوں کی شکل میں حجرہ میں جا کر درود پاک پڑھا۔ اس طرح دوسرا دن بھی صرف ہو گیا۔ اور سہ شنبہ کو حضور ﷺ کا جسد مبارک ابدی آرام گاہ میں رکھ دیا گیا۔ حضور ﷺ کی تدفین کے دن ہی مہاجر، انصار میں اختلاف کے فتنے کا خدشہ پیدا ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ملی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر سقیفہ بنی ساعدہ پہنچے وہاں خاصی کشمکش کا منظر تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فضا ہموار کر کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور سب لوگ ان کی اقتدا میں یکے بعد دیگرے بیعت کرنے لگے۔ اسی طرح ایک اٹھتا ہوا طوفان رک گیا جس کے بعد کھلے عام بیعت کا سلسلہ جاری ہوا تو مسلمانوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت متفقہ طور پر تسلیم کرلی۔ یہ میلادی کے پہلے سال کا ربیع الاول خاندان مطلبی کے لئے مسرت و انبساط کا مہینہ تھا تو سن ۱۱ ہجری کا ربیع الاول امت مسلمہ کے لئے حزن و ملال کا مہینہ ثابت ہوا۔ جس میں وہ متاع گراں مایہ آنکھوں سے اوجھل ہو گیا جس کو دیکھ کر اور جس کے اشارے پر وہ پہاڑوں سے ٹکرانے کا حوصلہ رکھتے تھے۔ حضور ﷺ

کی وفات پر وہ نوحے یاد آتے ہیں جو حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق' حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب اور حضرت علی رضی اللہ عنہم
نے درد و کرب کے عالم میں کہے ۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔

صبت علی مصائب لو انها
صبت علی الایام عدن لیالیا

ترجمہ : حضور ﷺ کی جدائی میں مجھ پر وہ مصائب ٹوٹے ہیں کہ اگر وہ دنوں پر ٹٹتے تو راتوں میں تبدیل ہو جاتے ۔

اغبر آفاق السماء وکورت
شمس النهار و اظلم الا زمان

ترجمہ : آسمان کی پہنائیاں غبار آلود ہو گئیں اور دن کا سورج لپیٹ دیا گیا اور زمانہ تاریک ہو گیا

والارض من بعد النبی کئیبة
آسفا علیه کثیرة الاحزان

ترجمہ : اور زمین نبی کریم ﷺ کے بعد مبتلائے درد ہے اور ان کے غم میں سراپا ڈوبی ہوئی ہے

حضرت ابوبکر صدیق فرماتے تھے

یاعین فابکی و لا تسالی
و حق البکاء علی السید

ترجمہ : اے آنکھ خوب رو یہ آنسو نہ تھمیں' قسم ہے سید عالم پر رونے کے حق کی

علی خیر خندف عند البلا
ء امسی یغیب فی الملحد

ترجمہ : خندف کے بہترین فرزند پر آنسو بہا جو غم و عالم کے ہجوم میں سر

شام تریں چھپا دیا گیا

فکیف الحیاۃ لفقد الحبیب
و زین المعاشر فی المشہد

ترجمہ : اب کیسی زندگی جو حبیب ہی بچھڑ گیا اور وہ نہ رہا جو زینت عالم تھا۔

فلیت الممات لنا کلنا
فکنا جمیعا مع المہتدی

ترجمہ : کاش! موت آتی تو ہم سب کو ایک ساتھ آتی آخر ہم زندگی میں بھی تو ساتھ ہی تھے۔

حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب آپ کے چچا زاد بھائی تھے وہ اپنے اشعار میں حزن و ملال کا اظہار کر کے حضرت فاطمہؓ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں:

افاطم ان جزعت فذاک عذر
و ان لم تجزعی فہو السبیل

ترجمہ : اے فاطمہؓ! اگر تو نالہ و زاری کرے تو مجبوری ہے لیکن اگر تو صبر سے کام لے تو اصل راستہ یہی ہے۔

فہو ذی بالعزاء فان فیہ
ثواب اللہ و الفضل الجزیل

ترجمہ : تو اگر صبر و استقامت کا سہارا لے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جزا ہے اور بے انداز فضل

حضرت علی المرتضیٰ اپنے نوحے کی ابتداء یوں کرتے ہیں

امن بعد تکفین النبی و دفنہ
باتوا بہ اسی علی ہالک ثوی

ترجمہ : نبی علیہ السلام کو کپڑوں میں کفن دینے کے بعد میں اس مرنے والے کے غم میں غمگین ہوں جو خاک میں جا بسا۔

وہ بہت سے اشعار میں اپنا غم و ملال ظاہر کر کے آخر میں کہتے ہیں :

فلن یستقل الناس تلک مصیبة
و لن یجبر العظم الذی منھم و ھی

ترجمہ : اس مصیبت کو لوگ برداشت نہیں کر سکیں گے اور کمزوری جو پیدا ہو گئی ہے اس کی تلافی ممکن نہیں۔

و فی کل وقت للصلاة لیھیجه
بلال و یدعوا باسمه کلما دعا

ترجمہ : ہرنماز کے وقت بلال رضی اللہ عنہ ایک نیا ہیجان برپا کر دیتا ہے جب وہ ان کا نام لے کر پکارتا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

بقیہ : پروفیسر ظفر اللہؒ رحمہ اللہ ۔صفحہ ۹ سے آگے

ہے۔ تحریک مجاہدین کے جذبے کو زندہ رکھا ہوا تھا اور اس کے لئے کوشاں رہے۔ جامعہ ابی بکر الاسلامیہ کراچی آپ کی لازوال یادگار ہے جو آپ کے لئے صدقہ جاریہ رہے گی۔

آپ نے نہ صرف اندرون ملک بلکہ بیرون ملک بھی بڑا نام کمایا۔ خاص کر سعودی عرب کے دینی حلقوں میں آپ کو بڑا مقام حاصل تھا۔

آپ کی رحلت سے یقیناً ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے خاص کر جامعہ ابی بکر الاسلامیہ میں بڑا خلا واقع ہوا ہے۔

ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے اور دین کے لئے آپ کی کوششوں کو شرف قبولیت بخشے اور ان کی غلطیوں کو معاف فرمائے اور تمام لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے! آمین